رجسٹرڈ نمبر [illegible] ل ۲۰۲۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حب وطن از ملک سلیمان خوشتر — خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر
یوسف کہ بمصر پادشاہی میکرد — میگفت گدا بودن کنعان خوشتر

کاکوری اخبار

ہفتہ وار

[illegible]

جلد ۷ — کاکوری پنجشنبہ ۱۶ جنوری سنہ ۴۱ء مطابق ۷ ذیحجہ سنہ ۱۳۵۹ھ — نمبر ۱۸

ادبیات

چاندنی رات

(از سید منیف الدین احمد کاکوری)

کس ادائے ضوفشاں ہے آسماں پر ماہتاب
یا کہ نکھرا ہے کسی کافر کا یہ حسنِ شباب
یہ روپہلی چاندنی ہے یا بہارِ باغِ خلد
ہے جمالِ ماہِ کامل یا کہ حسنِ انتخاب
جس کے عارض سے نمایاں اک تجلی دلفریب
فتنہ زا جس کی ادا ہے حشر زا جسکا شباب
مسکرا کر ابر کے پردے سے نکلا ہے یہ چاند
یا بنائی ہے کسی مہوش نے چہرے سے نقاب
گلستاں میں دیکھئے کیسا ہے اک دلکش سماں
وہ مہکتی ہے چنبیلی اور یہ پھولا گلاب
خوشنما کلیوں پہ قرباں ہے ستاروں کا جمال
عارضِ گل پر ہے رقصاں چاند کا رنگیں شباب
اللہ اللہ جلوہ گر ہے ہر طرف نورِ سحر
واہ واہ پھولا ہوا ہے ہر طرف بیلا گلاب
دیکھ کر ایسے چمن آرا مناظر اے منیف!
رقص میں ہیں سب ستارے وجد میں ہے ماہتاب

پیام

ستاروں بھرے آسمان سے میرے محبوب کا ایک پیام پرواز کرتا ہوا آیا اور میرے خانہ دل میں جاگزیں ہوا۔

شیریں الفاظ مجھ تک پہونچے۔ اسطرح خدا نے مجھے شرف عطا کیا۔ اس نے سرگوشی کے لہجہ میں کہا۔

"ان موتیوں کو پرو دو"

میرے بندوں کو کہدو، برائیاں — جن سے وہ دوچار ہوتے ہیں — میری طرف سے نازل نہیں ہوتیں۔ یہ انھیں کی تخلیق ہیں۔!

وہ میرے محبوب بندے ہیں۔ میں انکو دکھ نہیں پہونچاتا وہ خود اپنے تخیلات میں امراض اور گناہ کے تخم پالتے ہیں اسلئے انکو ویسا ہی پھل ملتا ہے۔

میرے ضعیف اور کوتاہ بیں بندے مجھ تک رسائی کو دشوار سمجھتے ہیں اگر وہ صرف میری ذات پر دوق سے بھروسہ کریں تو پھر دیکھیں کہ میں انکو کیسے معاف کر دیتا ہوں۔

حقیقت کے گوہر نما الفاظ کو ہر ہستی کے کان کی زینت بنا دو کہ انھیں میں تمام قدرت کے اور انھیں میں انکشاف کا راز مضمر ہے۔

(ماخوذ) الماس لاہور جنوری سنہ ۳۲ء
فضل الرحمٰن فردوسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کاکوری اخبار

جلد	کاکوری، پنجشنبہ ۱۶؍ جنوری ۴۱ء	نمبر ۱۸

فن سپہ گری

ورزش صحت کیلئے ایک نہایت ضروری چیز ہے اور دنیا کا ہر متنفس اسکے فوائد سے پوری طرح آگاہ ہے۔ تندرستی کو قائم رکھنے کے علاوہ قومی بقا کے لیئے یہ ضروری ہے کہ ہر فرد قوم اپنی محافظت کے لئے خود کو اسقدر مضبوط و توانا بنائے کہ مخالف قوتوں پر غالب آسکے لیکن اس امر کے لئے انسان کا صرف طاقتور ہونا ہی کافی نہیں بلکہ قوت کے ساتھ فن سپہ گری کا علم بھی لازم ہے۔ بسا اوقات ہم دیکھتے ہیں کہ کمزور و نحیف شخص بھی اپنے بھاری بھر کم مدمقابل پر غالب آجاتا ہے، محض اسلیئے کہ وہ اپنی کمزوری کو علم و فن سے پورا کر لیتا ہے جب طاقت و فن دونوں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو مجال نہیں کہ اُسکا کوئی مدمقابل بن سکے۔

ہندوستان اسوقت جس دور سے گذر رہا ہے اسکا تقاضا ہے کہ ہمارے اہل وطن عوام و خواص اپنی توجہ فن سپہ گری کے حاصل کرنے پر مبذول کریں خصوصاً نوجوان طبقہ کو اسطرف پورے انہماک اور دلچسپی سے در آنا چاہیئے۔ ہر شخص کو یہ پوری طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ ملک کی فضا اسوقت نہایت مکدر ہو چکی ہے اگر ہم نے اپنی حفاظت اور دشمن سے مدافعت کا انتظام نہ کیا تو زوال کے بعد فنا یقینی ہے۔ اغیار اس میدان میں بہت ترقی کر چکے ہیں لیکن ہم اور ہمارا نوجوان طبقہ ابھی تک خواب شیریں کے مزے لے رہا ہے۔

ہم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے اسپر غور کیا ہو کہ ہمارے اسلاف کون تھے؟ اور انھوں نے کیا کارنمایاں کیے؟ وہ مزل کے کس بام ترقی پر تھے اور ہم پستی کی کس گہرائی میں گر چکے ہیں۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ جنگ بدر اور جنگ احد میں مٹھی بھر مسلمانوں نے کفار کے جم غفیر لشکر کا مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے فارس اور روما کی عظیم الشان حکومتوں کے پرخچے اڑا دیے۔ مسلمان جذبات قربانی اخوت اسلامی اور جوش ایمانی کی بدولت تمام دنیا پر چھا گئے تھے ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

ہندوستان میں فتح بنگال دنیا کی تاریخ کا ایک یادگار واقعہ ہے۔ یہ سارا صوبہ صرف اٹھارہ سواروں نے فتح کیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ کامیابی مسلمانوں کے قدم چومتی تھی۔ ہم شکست کے نام سے ناآشنا تھے۔ کیوں؟ اسلیئے کہ عزم کے پکے۔ وعدہ کے سچے۔ قول کے دھنی اور فسق و فجور سے پاک تھے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

جو بھر دستہ تھا ہمیں قوت بازو پر تھا
اُن کو تھا موت کا ڈر ہم کو خدا کا ڈر تھا

ترقی و کمال کا زمانہ ختم ہو چکا مسلمان اپنے زوال کی داستان بھی سن لیں۔ ہسپانیہ سے نہایت بیدردی سے مسلمانوں کا خروج ہوا جہاں اب اسلام کا نام لیوا ایک بھی نہیں ہے۔ مراکش۔ طرابلس۔ شام۔ مشرقی افریقہ کی کل اسلامی حکومتوں پر اب مغربی اقوام قبضہ جمائے ہوئے ہیں۔ ترکی بھی کئی ممالک کھو چکا ہے۔ ہندوستان سے ایک صدی قبل اسلامی حکومت جا چکی ہے۔ افغانستان۔ ایران۔ ترکی میں بھی اتنی سکت نہیں کہ وہ اپنے ممالک کے علاوہ اور کہیں اسلامی گھر کو گرنے سے بچالیں اور قوم کے منتشر شیرازہ کو یکجا کر سکیں۔ اسوقت عموماً دیکھا یہ جاتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ ہر معاملہ میں حکومت کے مدد خواہ بنے رہیں۔ اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ ہم دوسروں کا سہارا ڈھونڈھیں اور اپنے ہاتھ

بیروں سے کام نہ لیں۔ ہم کو یہ غور کرنا ہے کہ ہمارا مستقبل کس طرح محفوظ رہ سکتا ہے؛ شاعر نے اس راز کو ان اشعار میں سمجھانے کی کوشش کی ہے

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک | ایک ہی سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک | کیا بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

آپس میں اتفاق و اتحاد کے ساتھ ساتھ ہم کو اپنی جسمانی توانائی اور قوت کو بڑھانے کیلئے پوری دلچسپی اور سعی کو عملی صورت دینے کیلئے اکھاڑے قائم کرنا چاہیئے جس میں ورزش کا انتظام ہو اور بانک۔ پٹا۔ جوٹ وغیرہ کی باقاعدہ تعلیم دیجائے اور ڈرل و فن سپہ گری نوجوانان وطن کو سکھائی جائے۔ جو ہمارے آباد و اجداد کی خصوصیت رہی ہے اور موجودہ دور کی ترقی یافتہ اقوام کے خصائل میں شامل ہے۔

قطرات خونیں

یہ اشعار نہیں ہیں —— یہ ایک محبوب دوست کی حسرتناک اور جوانا موت پر کچھ خون کے آنسو ہیں جو بے اختیار ٹپک پڑے ہیں۔ اگر آپ کے دل میں "شکستہ شیشۂ دل" کی کوئی قیمت ہے اگر آپ کے دل پر درد کی چوٹ لگے تو شاید یہ "موزوں آہ و نالے" آپ پر اثر کر سکیں۔ مرحوم نے جس کم عمری میں اپنے دوستوں اور عزیزوں کو داغ مفارقت دیا ہے وہ اپنی جگہ ایسا واقعہ ہے جس پر جتنے آنسو بہائے جائیں کم ہیں —— میں بصد درد و غم ان ٹکڑوں کو اپنے پیارے دوست اور بھائی کی روح کی خدمت میں بطور حقیر انتساب پیش کرتا ہوں۔

تماشاگاہ ہستی بھی عجب منظر دکھاتی ہے | یہ عالم ہے بہار باغ جنت نے ہر کھاتی ہے
رنگینی مناظر کی فراوانی وہ جلووں کی | وہ ارزانی لطافت کی فراز و سبزہ زاروں کی
وہ دلکش لالہ زاروں کی وہ نغمے جوئباروں کے | یہ سب جنت بداماں ہیں فدا ہونے نظاروں کے
ہجوم رنگ و بو ہے سوز و ساز نوجوانی ہے | یہ سب اسباب حیرت ہیں فقط کا رنگ فانی ہے
رخ رنگیں کہ ہے یہ شباب حسن رنگیں کی | قیامت ہے جبیں خاک فزینہ لہریں زلف مشکیں کی
یہاں کا ذرہ ذرہ مستعد ماتم در سا عبرت ہے | دلی علق بردنا کی ہے ہر جز رنگ الفت ہے

شباب خواب ہستی کیا؟ نمود بے بقائی ہے
یہ نازک جوانا مرگ کی عقدہ کشائی ہے

کہوں میں تجھ سے کیا ہمدم یہ کتنی ناگہانی ہے | یہ اک خونیں رنگیں حدیث نوحہ خوانی ہے
وہ معصومی و بھولا پن نمایاں شان رعنائی | کہ جس پر حسن قرباں ہو سب اعجاز مسیحائی
بھلائے سے نہیں بھولتے فسانے عہد رنگیں کے | ابھی کانوں میں گونجے ہیں وہ نغمے نطق رنگیں کے
چھپا تھا اسطرح انداز رعنائی نزاکت میں | کہ ہو گا وہ اثر ہرگز نہ انداز قیامت میں
وہ تیری دلنشیں باتوں کی وہ میں لطف سنتا تھا | میں اپنی کلفت ایام بالکل بھول جاتا تھا
ترا پیکر ترے اخلاق کا اعلیٰ ساپر تو تھا | بظاہر خوبصورت تھا بباطن خوب سیرت تھا
ترے عادات میں پنہاں لطافت و لطافت تھی | ترے کردار سے ظاہر نجابت تھی شرافت تھی

میں ہمدم کیا کروں بکر کہ تسکین جگر بانہ ہے
نہیں تھمتے نہیں تھمتے یہ آنسو چشم گریاں ہے

سحر ہم اے حسرت تجھ بہم دلمیں آتی ہے | دو روز دن ماتم ہے ہوا دلمیں سماتی ہے
کہ تیرہ دار محن جسکو سکون دل سے کیا نسبت؟
بھلا اس رام جان غائب جسے راحت سے کیا نسبت؟

اے میں چاہوں کہ جلد تر علائق توڑ کر جلدوں | شباب باغ ہستی ہے بچشم اشک تر چلدوں
گل گلزار رعنائی اگر گفتہ ترک ہستی را | بمن تو تلخ کردی یقیند لمحات ہستی را

کہ چشم من ز ہجر تو چنیں خون رواں دارد
کہ چاک دل شدست از غم دلش چاک و رواں دارد

غمزدہ و سینہ چاک
معین الدین حسن (ایم۔ اے) کاکوروی

فلسفہ

(از سید علاء الدین احمد صاحب کرمانی کاکوروی)

اسے صیاد نے کچھ گل نے کچھ بلبل نے کچھ سمجھا
چمن میں کتنی معنے خیز تھی اک خامشی میری

دنیا جوان تھی اور میرا آغاز شباب بھی شام بہاروں کی فضا کیف آلود تھی طائر صبا کے بازو امواج نکہت سے گراں بار تھے پانی پرست معطر غنچے اسی طرح لوٹ رہے تھے جیسے کوئی زریں ہار ٹوٹ کر سطح آب پر بکھر گیا ہو۔ کلیاں اپنا دامن موتیوں سے بھر کر تیار ہو گئی تھیں۔ نرگس اپنی جادو بھری نگاہوں سے لالہ کو

گھور رہی تھی۔ نسیم عطر بیز کی لطیف اور گستاخ لہریں گل و ریحان کے عارض تاباں پر فرائش کا سبب بنی ہوئی تھیں۔ قطرات آب رخ گل سے ٹپک ٹپک کر زمین کو نمناک کر رہے تھے۔ درخت ایک مغلوب پُرشباب دوشیزہ کی طرح جھک گئے تھے۔ فضا میں ایک عجیب کیف آگیں موسیقیت پائی جاتی تھی۔ اُن کے عنبریں شعلوں میں ہنوز ایک مبہم رنگینی موجود تھا۔ موسیقی نواز فواروں کے امواج نغمہ کے اندر اسوقت کوئی پرشگون نغمہ پوشیدہ تھا۔ میرے ساز دل کا ہر شکستہ تار ایک نیا نغمہ الاپ رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عائشہ میرے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی اسکے فلسفہ نے میرے دل و دماغ میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ میری حالت اسوقت اس ملاح کے مانند تھی جو ہر دفعہ بھنور سے اپنی کشتی نکالنے کی کوشش کرتا ہے لیکن جسوقت اُسکی کشتی ساحل امید کے نزدیک پہونچتی ہے باد تند کے ناخوشگوار جھونکے موجوں کے خوفناک تھپیڑے اُسکو ساحل اُمید سے کوسوں دور لا کر ڈالا کرتے ہیں۔ آخر اس سکوت کا سلسلہ عائشہ ہی کی طرف سے منقطع ہوا اُسنے نہایت محبت سے میرے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا

۔۔۔۔ کیا سوچ رہے ہیں آپ۔ آخر آپ کس نتیجہ پر پہونچے ہیں

۔۔۔۔۔ میں نے اُسے دیکھا ایک حسرت سے معلوم نہیں۔ کیوں میری نگاہیں اشک آلود تھیں۔۔۔۔۔ سر چکرا رہا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔

عائشہ! میں نے اسکے ہاتھوں کو محبت سے دباتے ہوئے کہا۔۔۔۔

تمہارا فلسفہ کہ محبت فطری ہو یا غیر فطری نام ہے ایک بے غرض انہماک ایک بے خود محویت کا جو حسن کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے خواہ حسن ظاہری ہو یا باطنی اگر وہ شخص جس کی محبت اس امر پر مجبور نہ کرے کہ وہ محبوب سے مل جانا چاہے حقیقتاً محبت نہیں بلکہ ایک جذبۂ شہوانی ہے۔۔۔۔ عائشہ بولو تو کیا تمہارا فلسفہ رہبانہ زندگی بسر کرنے کی تلقین کر رہا ہے کیونکہ میرے خیال میں جس سے محبت نہ ہو اس سے اپنی زندگی وابستہ کرنا فریب دینا ہے جو کسی طرح جائز نہیں۔۔۔۔ محبت کا انحصار میرے خیال میں طبیعت کے میلان پر ہے اور طبیعت کا میلان ہی ازدواجی زندگی کیلئے

ایک بہترین تحفہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

عائشہ اگر میں غلطی نہیں کر رہا ہوں تو میں کہہ سکتا ہوں کہ تم نے تصویر کے دوسرے رخ کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ عائشہ تمہارا فلسفہ حسن ظاہر کے ساتھ درست ہو سکتا ہے کیونکہ پھول جب ہی تک نگاہوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے جسوقت تک وہ شاخ پر رہتا ہے اور جہاں شاخ سے توڑا گیا مرجھا گیا توڑنیوالے نے اپنی خوشنودی مزاج کیلئے اُسے توڑا لیکن کچھ عرصہ کے بعد مسلکر پھینک دیا۔ گلچیں کی حالت اس شہد کی مکھی کی طرح ہے جو کبھی اس کلی پر بیٹھ گئی اور رس چوس لیا اور کبھی اُس کلی سے لپٹ گئی اور اُس کی شیرینی سے لطف اٹھایا اور جب جی چاہا اڑ گئی اور جب موج آئی اپنی سیاہ مستی سے غریب کلی کو آزار پہونچانے لگی۔ ہم باغ میں جاتے ہیں باغباں سے کہتے ہیں ؎

باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی بھیجنا ہے ایک کمسن کیلئے

لفظ کمسن پر مسکرائی کیوں عائشہ۔ سنو عائشہ محبوب اگر بوڑھا بھی ہو جائے لیکن وہ ہمیشہ کمسن ہی کہلائے گا۔۔۔۔۔

لیکن پیاری عائشہ میرے خیال میں معیار محبت حسن کو قرار دینا ہی ایک غلطی ہے حسن مجسم فریب ہے اس کی رعنائیاں فریب رنگیں، وہ ایک فنا ہونے والی چیز ہے لیکن وہ چیز جسے ہم محبت کہتے ہیں وہ کبھی فنا نہیں ہوتی حسن جب تک حاصل نہ کیا جائے فنا نہیں ہوتا اسکا حاصل کرنے والا اُسے چند روز استعمال کرتا ہے اور پھر اس محبت میں خلش نہیں رہتی اور یہاں تک کہ ایک دن ایسا آتا ہے کہ پرواہ تک نہیں رہتی جبتک قلعہ فتح نہیں ہوا تھا ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دیتی تھی لیکن جب فتح ہو گیا خاموشی ہو جاتی ہے محبت بجائے خود ایک لذت ہے محبت سے اگر لذت جدا ہو جائے تو وہ محبت نہیں اگر محبت کرنے والا بجائے معیار محبت حسن کو قرار دینے کے سیرت کو چاہے اور خوش قسمتی سے جس سے وہ محبت کرتا ہے وہ حاصل ہو جائے تو میرے خیال میں جتنی ہی قربت ہو گی اتنا ہی گرویدگی اور محبت میں اضافہ ہوتا جائے گا یہی معراج محبت ہے "اگر واقعی سچی محبت ہے" کیونکہ عائشہ تم جانتی ہو

کہ قدر جوہر شاہ داند یا بداند جوہری، ہیرا اگر ایک ناقدر شخص کے ہاتھ میں پڑا تو وہ اسکی قدر ہی کیا کرے گا اسیطرح محبوب کی زندگی تکلیف دہ ہو جائے گی اور یہ محبوب سے محبت کرنیوالے کیلئے بھی تلخ تجربہ ثابت ہوگا۔ دوسرے عائشہ اگر خوش قسمتی سے محبوب بھی محبت کرنے والے سے محبت کرتا ہے تو بھی محبوب اپنی زندگی کسی دوسرے سے وابستہ کرکے اپنے پریمی کو خوش نہیں رکھ سکتا کیونکہ عائشہ تم نہیں جانتیں کہ تمام خوشیوں میں تمام عشرتوں میں عورت کمیاب ترین شے ہے جس کی سب سے زیادہ قیمت ادا کی جاتی ہے کیونکہ سب سے زیادہ اسی کی مانگ ہے...... ہو سکتا ہے کہ کچھ نااہل سہج فہم لڑکوں نے خاندانی جکڑ بندیوں سے فائدہ اٹھا کر مغربی تہذیب کا برقع پہنکر بیچاری لڑکیوں کو گلے سیر سمجھ لیا ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دنیا میں لڑکیوں کو لڑکوں پر فضیلت ہے۔ ہاں تو سنو عائشہ لہذا یہی ایک شے ہے جو اس قابل ہے کہ اسکا مالک اپنی ملکیت کی نمائش کرے دوسروں کو ترسائے خود خوش ہو اور ایسا ہوتا ہے اور ایسا کیا جاتا ہے کیا عائشہ یہ بات محبوب اور محبت کرنے والے کیلئے تکلیف دہ نہ ہوگی..... عائشہ دیکھو ہیرے کی قدر صرف تراشنے کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ موتی میں آب صاف کرنے کے بعد ہی آتی ہے اور سونا اصلی معنوں میں سونا نہیں ہوتا جبتک وہ کسوٹی پر کسا نہ جائے سیرت ایسی فطرت ہے کہ اس سے جتنا ہی انسان ہمکنار ہوتا ہے اتنا ہی اسکے جوہر کھلتے ہیں اس فطرت کو باذوق دلچسپ ہستی کی ضرورت ہے جو ہر اشارہ پر سرنیاز خم کرے۔ اس فطرت کو جب احساس ہو۔ جب یہ مغموم رنجیدہ بیٹھی ہو تو اسے گدگدا کے ہنسانا چاہیے۔ کائنات کی دولت سے زیادہ وہ میٹھے بول اس فطرت کیلئے نعمت عظمیٰ ہیں..... دنیا جس کو حسن سمجھتی ہے وہ اکثر منتشر طبع ہے اور ہم میں بہت کم ایسے ہیں جو اس سے محفوظ رہ سکیں یاد رکھو حسن کے تبسم میں زہر ہے اس کی نگاہیں سم آلود ہیں یہ وہ چیز ہے کہ جسکو دنیا کے تمدن اور تہذیب نے عوام میں ہلاکت پھیلانے کیلئے منتشر کر دیا ہے حسن اپنے خریداروں کو کس طرح

کی طرح تبدیل کرتا ہے۔ حسن میں غرور نہ ہو تو وہ حسن نہیں کسی کے احساس کی اُسے کچھ فکر نہیں اور اپنی خودداری پر اُسے ناز ہوتا ہے جو ایک دھوکا ہے...... حسن میں صرف ایک نگاہ کام کر جاتی ہے اثر جلدی ہوتا ہے اور خاتمہ بھی جلدی سیرت سے محبت انسان برسوں کے تجربات کے بعد کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تمام زندگی حلقہ بگوش رہتا ہے۔

عائشہ! میں اپنا فسانہ ختم کر چکا معلوم نہیں تم کیا رائے قائم کرو لیکن عائشہ تم روحانی رشتہ کو منقطع نہ کرنا۔ تم ساز دل کے شکستہ تاروں سے مت کھیلنا کہیں ایسا نہ ہو کہ اسکی ہیبتناک جھنکار تمہارے سکون کو پاش پاش کردے اور تم بھی میری طرح ان نغمات غم سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکو کیونکہ میں تمہارے احساس سے ڈرتا ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ شیدان محبت کا مسلک دنیا سے جداگانہ ہوتا ہے انفعال قائل ہمارے اندر لذت درد کے بجائے کربی کیفیات پیدا کرتے ہیں..... میں اکثر سوچتا ہوں کہ کیا اسکے شکستہ ایوان خاوری میں کوئی طلسمی جوہر کوئی سکون حقیقی ایسا مل سکتا ہے جو آنکھوں کو، دل کو، روح کو کیف دے سکے اس دنیا میں جو مجسم فریب ہے کوئی ایسا نے نواز بھی ہے جو میرے ساز دل کے شکستہ تاروں کو جوڑ کر ایک طلسماتی نغمہ پیدا کر سکے وہ عائشہ میرے لئے تم ہی ہو لیکن نہیں عائشہ مجھے تمہارے فلسفہ کے آگے بھی سرنیاز خم کرنا چاہیے جسمیں تمہاری خوشی......

ارے تم مغموم ہو...... نہیں عائشہ تم میری وجہ سے مغموم نہیں ہو سکتیں۔ اچھا عائشہ سنو حسن کی ایک نئی رنگ تمہیں بتائیں حسن خود مختارانہ حکومت چاہتا ہے جمہوریت اُسے پسند نہیں وہ اپنے پرستار پر مداری کی طرح حکومت کرتا ہے اور بیوقوف پرستار اُسکے اشاروں پر اسی طرح ناچتے ہیں جیسے بندر ڈگڈگی پر۔

مسکرائیں کیوں عائشہ کلی کو شگفتہ ہی ہونا چاہیے۔ پھر ہنسیں اچھا کہو عائشہ مسکرا کر لوگ اپنے اپنے تجربات

بیان کرتے ہیں۔ شوخی سے "کیا کوئی ٹھوکر لگی ہے" بڑی شریر ہو عائشہ "اتنی بدگمانی" نہیں عائشہ میری خصوصیت کو دنیا نے نئے رنگ میں رنگ لیا ہے جن سے خصوصیت تمام زندگی قائم رہے گی کاش میں اس قابل ہوں کہ ان کی اور زیادہ قدر کر سکوں لیکن ڈرتا ہوں کہ شاید نئے زمانہ نئے پانی کے اثرات میری خصوصیت انکے دل و دماغ سے حرف غلط کی طرح مٹا دیں لیکن میں اُسی طرح خصوصیت برتوں گا میں اخلاقی کمزوری کا ثبوت بہم نہ پہونچاؤنگا عائشہ تم دیکھنا عورت اور مرد کی فطرت میں فرق۔ عورت مرعوب ہو سکتی ہے لیکن مرد اپنی بات پر قائم...... ہاں عائشہ ٹھوکر تو نہیں کھائی پر پاؤں ضرور پھسلا تھا لیکن تم خضر راہ ثابت ہوئیں۔

عائشہ شوخی سے جھک کر تسلیم پھر غلامی کیجئے...... ہنسکو ورنہ ڈگڈگی دیکھنا پڑے گی۔ بڑی شریر ہو عائشہ کیا تم بھی حسین بننے کی کوشش کر رہی ہو۔

عائشہ۔ خدا نہ کرے میں ایسی حسین بنوں مجھے تو حسن سے چڑھ سی پیدا ہو گئی ہے۔ شوخی سے لیکن اگر حسن کے ساتھ سیرت ہو۔ عائشہ تو چار چاند لگ جائیں آئینہ دیکھو عائشہ۔

شرما کر اور زور سے چٹکی لیکر بیچارے بنانے بہت لگے۔ جھنجھلا کر حسن ڈگڈگی پر نچائے جب ہی قدر عافیت معلوم ہو۔

عائشہ کیا تمہارے دربار میں تعریف کرنا بھی منع ہے اب تو زبان پر بھی کرفیو آرڈر لگ گیا۔ عائشہ عائشہ بات کاٹ کر وہ کب میں نے سنا ہی نہیں کچھ بنا لیے کیا شیعہ سنی میں پھر جھگڑا ہو گیا عائشہ نے بھولے پن سے کہا۔

اوہ نو بج گئے اب نیند آ رہی ہے آؤگی نہ عائشہ برسات نہیں ہے اسلئے کیا جاڑوں میں مینڈک بھی خاموش رہتے ہیں۔

تیوریوں پر بل ڈالکر ذرا چونچ سنبھالکر بات کیجئے ورنہ زبان پر انگارہ رکھ دیا جائے گا۔

حضور گنہگار حاضر ہے میں نے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا وہ خاموش تھی...... عائشہ بھول نہ جانا...... ادھر دیکھو عائشہ کیا بھول جاؤگی...... اس دیوی کا جو زیادہ خیال کرے جو احساسات کی قدر کرے وہی اسکا جائز وارث ہے میں نے مجذوبانہ انداز میں کہا...... میں نے دیکھا وہ خاموش تھی اسکے چہرہ پر اُداسی اُداسی میں خاموشی خاموشی میں لذت لذت میں چاشنی چاشنی میں اخفائے راز کا رنگ جھلک مار رہا تھا۔ میں نے اُسے چھیڑنے کی غرض سے پوچھا بولو عائشہ ہلبلی کس کے نام چھوڑے گی۔ بیچارے بہت چل نکلے ہیں پھر وہی کہتی ہوں ایک دو تین تم سب مردوں کا کیا اعتبار......

آنکھوں میں آنسو بھر کر عائشہ تمہارے شکوک ابھی تک رفع نہیں ہوئے سنو عائشہ جو تمہیں عقاب کے گھونسلے پر پہونچانا چاہے گا وہ اُن چھوٹی چھوٹی چڑیوں کی فکر کریگا جو اپنا نشیمن نیچے ہی بناتی ہیں ہو سکتا ہے کہ اُسکی آئندہ زندگی تاثرات غم سے لبریز ہو اور وہ ہما کو حاصل نہ کر سکے اور اسکی آخر زندگی کے لمحات کرب و بے چینی میں ایک آواز زیر و بم کے ساتھ یہ نغمہ پیدا کریں۔ عائشہ تم مجھے بھول گئیں۔ خیر اچھا کیا جسمیں تمہاری خوشی تم خوش رہو۔

دلبر آسایش ما مصلحت وقت نہ دید
ورنہ از جانب ما دل نگرانی دانست (حافظ)

(بسلسلہ حادثہ)

مرگ مفاجات :۔ دلی رنج و قلق سے ہمنے اس خبر کو سنا کہ ۱۴ اور ۱۵ر جنوری سنہ ۴۲ء کو ۱۰ بجے رات کے وقت منشی عبدالکریم تحسن کے چھوٹے بیٹے عبدالحق عرف مٹھو نے ایک فوجداری میں شدید مضروب ہو کر انتقال کیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پولیس نے نعش طبی امتحان کیلئے لکھنؤ بھیجدی تھی اور تین اشخاص کا چالان کیا ہے۔ نعش ۱۷ر جنوری کو لکھنؤ سے بعد امتحان واپس لائی گئی اور تجہیز و تکفین عمل میں آئی۔ ہمکو اس واقعہ فاجعہ میں منشی عبدالکریم صاحب تحسن سے دلی ہمدردی ہے کہ اس بڑھاپے میں یہ داغ اور وہ بھی اس طرح جیسے انکو دیکھنا پڑا مشیت ایزدی یہی تھی۔ باریتعالیٰ تحسن صاحب و دیگر اعزا کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم کو غریق رحمت کرے۔

وطن کی خبریں

نوٹ:۔ اعزہ احباب اور جملہ اہل وطن سے جو باہر ہیں خواہ وطن میں گذارش ہے کہ اپنے یہاں کی قابل اندراج خبریں اور اطلاعات دفتر میں روانہ کر کے مشکور کرتے رہیں (اڈیٹر)

موسم:۔ سردی خوب اپنا زور دکھا رہی ہے۔ گذشتہ ہفتہ میں اکثر آسمان پر ابر محیط رہنے اور دھوپ نہ ہونے سے سردی پورے طور پر محسوس کی جاتی رہی۔ اور جب ہوا تیز ہوتی ہے تو سردی اور بھی جسم کو ٹھٹھرا دیتی ہے۔ اس شدید سردی میں کمزوروں اور بڈھوں کو بڑی تکلیف ہو رہی ہے۔ خداوند تعالے سب کو محفوظ اور صحیح وتندرست رکھے۔

آب وہوا:۔ بفضلہ ابھی ہے اس عشرہ میں بچوں کے چیچک نکلنے کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔

عیدالضحیٰ:۔ قصبہ ومضافات میں ۹ جنوری ۱۹۴۱ء پنجشنبہ کو عید کا تہوار منایا گیا اور امن وسکون سے یہ اسلامی تہوار مسلمانوں نے گذارا اور پوری خوشی وخرمی کا اظہار کیا۔ حسب دستور مساجد اور عیدگاہ میں نماز دوگانہ ادا کی گئی۔ چونکہ بقرعید کے دن آسمان پر ابر غلیظ تھا اور ہوا بھی چل رہی تھی اسوجہ سے سردی کے باعث عیدگاہ اور مساجد میں اوقات مقررہ سے کافی دیر کے بعد نمازیں ہوئیں۔ عیدگاہ میں ۹-۱۰ بجے کے درمیان میں نماز ختم ہو جاتی تھی لیکن امسال ۱۰ بجے نماز شروع ہوئی اور دوران نماز تک لوگ آتے رہے۔ یہی حال مساجد میں بھی ہوا۔ تکیہ شریف کی مسجد میں ۱۱ بجے نماز ہوئی۔ جہاں تک دریافت ہوا ہے ۱۲ بجے تک نمازیں ختم ہو گئی تھیں۔ عیدگاہ میں مثل سابق حاجی مصطفےٰ احسن علوی ایم۔ اے۔ نے امامت کی اور نہایت خوش الحانی سے خطبہ پڑھا اور نماز پڑھائی۔ سنا ہے کہ مسلم لیگ کاکوری نے چرم قربانی حاصل کرنے کے لیے کوشش کی کہ کھالوں کی فروخت سے جو رقم وصول ہو وہ درس قرآنی ودیگر مفید کاموں میں صرف کی جائے۔ دریافت ہوا کہ بہت سے حضرات نے مسلم لیگ کی اس تحریک کو پسند فرما کر چرم قربانی سے مسلم لیگ کی اعانت فرمائی۔ باری تعالے اس تحریک میں شرکت کرنیوالوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

عید کا اجتماع:۔ سال گذشتہ کی طرح اور مثل عید الفطر کے بارہ دری جناب قاضی القضاۃ بہادر مرحوم میں عید کا اجتماع ہوا جسمیں قصبہ کے ہر طبقہ کے لوگوں نے شرکت کی اور پوری دلچسپی کا اظہار کیا۔ مجمع خاصا تھا اور حسب دستور حاضرین کی چاء، حقہ، پان سے تواضع کی گئی۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تبادلہ خیالات اور پرلطف بات چیت میں گذرا۔ ایک خاص وجہ سے امسال شعر شاعری کے مشغلہ کو ملتوی کرنا پڑا اور گراموفون بھی نہیں بجایا گیا۔ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اکثر شعرا کی کافی تعداد تھی اور بعض حضرات اپنی بیاضوں کے علاوہ اس موقع کے لیے خاص طور پر طبار ہو کر آئے تھے۔ جس کا افسوس وقلق ہے کہ اُن لوگوں کے کلام سے حاضرین لطف اندوز نہ ہو سکے۔ ہکو امید ہے کہ امسال شعر شاعری کے التوا کو کوئی اہمیت نہ دی جائے گی اور آئندہ انشاء اللہ شعرا کو اپنے کلام سنانے کا کافی موقع دیا جائے گا۔

معاودت وطن:۔ معلوم ہوا ہے کہ مولوی امین الدین علوی عرف حاجی امین (مولوی محلہ) کئی سال کے بعد بحصول رخصت وطن آئے ہیں اور ابھی چندے اُنکا قیام رہے گا۔ معلوم ہوا کہ مولوی امین الدین نے اپنی والدہ مرحومہ کی علالت کا حال سنکر دو ماہ کی رخصت لی تھی لیکن موانع ایسے پیش آگئے کہ تقریباً ایکماہ حیدرآباد میں صرف ہو گیا اور اپنی ماں کے انتقال کی خبر سنکر وطن آئے۔ والدہ مرحومہ کی آخری خدمت اور زیارت سے محروم ہونے پر انکو بڑی حسرت وقلق ہے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ امین الدین صاحب کے ہمراہ انکی بہاوج (اہلیہ مولوی فخر الدین مرحوم) معہ اپنی بہو اور بیٹی کے آئی ہیں جو ایکسال سے زیادہ عرصہ سے اپنے بیٹے مولوی غازی الدین احمد اسٹی مجسٹریٹ حیدرآباد کے پاس مقیم تھیں۔

صحت وتندرستی:۔ (۱) والدہ مولوی ضمیر الدین کی شکایات بڑی حد تک رفع ہو چکی ہیں صرف جگر میں کچھ ورم باقی ہے اور ضعف ابھی ہے جو انشاء اللہ بتدریج رفع ہو جائے گا۔

(۲) یہ سنکر خوشی ہوئی منشی علی احمد جو کئی ماہ سے علیل تھے اور لکھنؤ میں قیام تھا صحیح وتندرست ہو کر کاکوری آگئے ہیں۔

(۳) والدہ مولوی خلیل احمد عباسی کی طبیعت اس عشرہ میں کچھ

جاتی رہی کوئی دورہ اختلاجی ایسا نہیں ہوا جو باعث اذیت ہو۔ حکیم مشیر الحسن علوی کا نسخہ استعمال ہو رہا ہے۔

علالتیں:۔ (۱) اہلیہ مولوی مقبول الدین صاحب علوی کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ منہ کے زخم کے درد کی جو شدت ہو جاتی تھی اس میں کمی بتائی جاتی ہے لیکن اصل مرض میں کوئی خفت نہیں ہوئی۔ ایک اور گلٹی کان کے نیچے نمودار ہونا بیان کیا جاتا ہے۔ ملیح آباد کے کسی فقیر کا خارجی علاج ہے اور پینے کی دوا حکیم عبد الحسیب کی مجوزہ استعمال ہو رہی ہے۔ خداوند کریم رحم فرمائے اور موجودہ طریقۂ علاج سے مرض بالکل دفع ہو۔ (۲) قاضی راشد علیخاں عباسی اپنا دوسرا کورس انجکشنوں کا ختم کر کے گذشتہ ہفتہ میں خیرآباد، ڈاکٹر معالج کو دکھانے گئے تھے۔ جنہوں نے آنکھ کا پورا معائنہ کرنے اور جانچ کے بعد رائے دی کہ مرض بڑی حد تک رفع ہو چکا ہے بہت تھوڑی شکایت باقی ہے۔ صرف انجکشن کا سلسلہ دو ڈھائی ہفتہ جاری رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ خدا کرے آنکھ کی تکلیف جلد رفع ہو۔ (۳) ہمشیرہ سلطان یاور علوی کی آنکھیں ابھی تک نہیں کھلی ہیں ہومیوپیتھک طریقۂ علاج جاری ہے۔ پپوٹوں میں جنبش ہونا شروع تھی اسکے بعد اور کوئی فرق نہیں ہوا ہے غذا کی جانب پھر رغبت کم ہو گئی تھی۔ ڈاکٹر معالج نے دوائیں رد و بدل کیا ہے اللہ تعالے رحم فرمائے اور مریضہ کی ہر وقت آنکھیں بند رہنے سے جو الجھن ہے وہ رفع ہو کر مرض بالکلیہ دفع ہو۔ (۴) منشی سعید احمد علوی (دتیجیپلہ) کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ کئی ماہ کے بعد پھر قلبی کمزوری کا دورہ ہوا تھا جسکی وجہ سے ضعف و اضمحلال کافی ہو گیا ہے۔ ڈاکٹر سید محمد ہاشم انچارج اسپتال کاکوری معالج ہیں۔ خدا کرے قلبی تکلیف کے اثرات جلد دفع ہوں اور بالکل ازالۂ مرض ہو جائے (۵) مولوی شفیق احمد عباسی کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ بمقام رتلام ٹائیفائڈ میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ ابھی تک بخار اترا نہیں ہے ٹمپریچر ۱۰۲ سے زائد رہتا ہے۔ خدا کرے اس درمیان میں بخار بالکل اتر گیا ہو اور طبیعت صاف ہو (۶) جلیل احمد عباسی سلمہٗ خلف مولوی خلیل احمد عباسی کے متعلق دریافت ہوا ہے کہ ڈاکٹری علاج سے بخار میں بہت خفت ہے اور ٹمپریچر کی حالت پہلے سے بہتر ہے۔ اللہ جل شانہٗ بچے کو بالکل صحیح و تندرست فرما کر والدین و اعزہ کو مطمئن فرمائے۔

متفرقات:۔ (۱) کلکتہ کی تحریر سے یہ دریافت کر کے دلی رنج و افسوس ہوا کہ یقین الدین سلمہٗ کے آنکھ کے علاج میں وہاں بھی مایوسی ہوئی اور کلکتہ کے ڈاکٹروں نے بھی مرض لاعلاج بتلایا۔ عنقریب واپس آنیوالے ہیں۔ دربھنگہ کے قریب کسی بزرگ کا حال دریافت ہوا ہے کہ آنکھوں کے لیے دعا پڑھتے ہیں اور سرمہ وغیرہ لگانے کیلئے دیتے ہیں کلکتہ سے واپسی میں اُن بزرگ سے مل کر بھی قسمت آزمائی کا ارادہ ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی مہربانی عزیز مذکور کی آنکھوں میں بینائی کی پیدا کر دے کہ اس کم عمری میں آنکھوں کی معذوری دور ہو۔ (۲) دریافت ہوا ہے کہ ۱۰ اردسمبر ۴۰ء کو ڈاکخانہ کاکوری میں ایک منی آرڈر مبلغ پندرہ روپیہ کا سعادتگنج لکھنؤ سے مسمی رام اوتار ساکن موضع گوالیور کے نام آیا تھا جسکو مسمی سرجو پرشاد ڈاکخانہ میں وصول کرنے آیا اور اپنے ہمراہ ایک گواہ کو بھی لایا۔ سرجو پرشاد نے (جو اسی موضع گوالیور کا رہنے والا ہے) اپنے کو رام اوتار ظاہر کیا اور منی آرڈر پر دستخط بھی رام اوتار کئے۔ پوسٹماسٹر صاحب نے چند سوالات گواہ سے (جسکو سرجو پرشاد شناخت کیلئے لایا تھا) کئے تو پوسٹماسٹر صاحب کو کچھ شک ہوا سرجو پرشاد نے جب منی آرڈر پر دستخط کر کے دیئے تو پوسٹماسٹر صاحب نے اُنکو اپنے قبضہ میں کر کے اُس سے مزید سوالات کئے تو وہ اُنکے جوابات نہ دے سکا۔ پوسٹماسٹر صاحب نے سرجو پرشاد کو پولیس کے حوالہ کر دیا پولیس تحقیقات کر رہی ہے اور باضابطہ رپورٹ اپنے محکمہ میں بھیجی ہے۔ یہ بھی دریافت ہوا ہے کہ رام اوتار جو اصلی پانیوالا اُس منی آرڈر کا ہے ایک چوری کے سلسلہ میں مفرور بیان کیا جاتا ہے۔ اگر پوسٹماسٹر صاحب نے ہوشیاری اور تجربہ کاری سے کام لیکر شناخت کنندہ سے سوالات نہ کئے ہوتے تو مفت میں ڈاکخانہ کو ۱۵ روپیہ کی رقم کا نقصان برداشت کرنا پڑتا (۳) گذشتہ اخبار میں صفحہ اول کالم ایک قطعہ تاریخ وفات و ماہ و ہائے تاریخ درج ہوئی ہیں وہ مولوی محمد عاصم صاحب قیس کاکوروی کی تصنیف ہیں۔ افسوس ہے کہ غلطی سے اُنکا نام درج اخبار ہونے سے رہ گیا۔

حادثہ:۔ گذشتہ پرچہ میں علی اطہر خلف اصغر حاجی انور علی علوی (دلنواز) کے متعلق چیچک کے سلسلہ میں ہنڈی کے نیچے کھجلانے سے جو زخم ہو گیا تھا خبر درج ہوئی تھی معلوم ہوا کہ اُس نے بہت طول کھینچا اور اپریشن کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ جسکے بعد معلوم ہوا کہ تکلیف اور بھی بڑھ گئی اور ۲

(سید محمد مشیر الدین نے یونائیٹڈ انڈیا برقی پریس لکھنؤ میں باہتمام سید توسل حسین چھپوا کر دفتر کاکوری اخبار مولوی محلہ (لال ملی) کاکوری سے شائع کیا)